بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

اشارات

پچھلی اشاعت میں تفصیل کے ساتھ یہ بتایا گیا تھا کہ اگست سنہ ۴۱ء میں تحریکِ اسلامی سے متأثر ہونے والوں کی تنظیم و تربیت کا سلسلہ کس غرض کے لئے شروع ہوا تھا، کس طرح کے لوگوں کو اکٹھا کرنا مطلوب تھا، کس قسم کی تربیت ان کو دینے کی فکر تھی، اور کیا کام ان سے لینا پیشِ نظر تھا۔ ان سب امور کی توضیح جماعت کے ابتدائی دور کی مطبوعات کے حوالوں سے کی جا چکی ہے تاکہ کوئی شخص یہ شبہ نہ کر سکے کہ آج اس جماعت کے وجود کو حق بجانب ثابت کرنے کے لئے اس کے مقاصد نئے سرے سے تصنیف کئے جا رہے ہیں۔ تاہم اگر اس کے بعد بھی کسی مزید توضیح کی ضرورت ہے تو ہمیں امید ہے کہ اس کے لئے وہ چند فقرے کافی ہوں گے جو تقسیم ہند سے صرف تین مہینے پہلے مئی سنہ ۴۷ء کی ایک تقریر میں کہے گئے تھے۔

یہ تقریر "بناؤ اور بگاڑ" کے نام سے شائع ہو چکی ہے اور ہماری مطبوعات میں موجود ہے۔ اس میں ملک کے عام اخلاقی بگاڑ اور اس کے ہولناک نتائج کا نقشہ کھینچنے کے بعد عرض کیا گیا تھا:

"اس تاریکی میں ہمارے لئے امید کی ایک ہی شعاع باقی ہے، اور وہ یہ ہے کہ ہماری پوری آبادی بگڑ کر نہیں رہ گئی ہے بلکہ اس میں کم از کم چار یا پانچ فی صدی ایسے لوگ ضرور موجود ہیں جو اس عام اخلاقی بگاڑ سے بچے ہوئے ہیں۔ یہ وہ سرمایہ ہے جس کو اصلاح کی ابتدا کرنے کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اصلاح کی راہ میں پہلا قدم یہ ہے کہ اس صالح عنصر کو چھانٹ کر منظم کیا جائے۔

ہماری بدقسمتی کی بڑی وجہ یہی ہے کہ ہمارے ہاں بدی تو منظم ہے اور پوری باقاعدگی کے ساتھ اپنا کام کر رہی ہے مگر نیکی منظم نہیں ہے …… اب اس صورتِ حال کو ختم ہو جانا چاہئے۔ اگر ہم یہ نہیں چاہتے کہ ہمارا ملک خدا کے عذاب میں مبتلا ہو اور اس عذاب میں نیک و بد سب گرفتار

ہو جائیں، تو ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ ہمارے اندر جو صالح عناصر اس اخلاقی وبا سے بچے رہ گئے ہیں وہ اب مجتمع اور منظم ہوں اور اجتماعی طاقت سے اُس بڑھتے ہوئے فتنے کا مقابلہ کریں جو تیزی کے ساتھ ہمیں تباہی کی طرف لئے جا رہا ہے۔

آپ اس سے نہ گھبرائیں کہ یہ صالح عنصر اس وقت بظاہر بہت ہی مایوس کن اقلیت میں ہے۔ یہی تھوڑے سے لوگ اگر منظم ہو جائیں، اگر ان کا اپنا ذاتی اور اجتماعی رویہ خالص راستی، انصاف، حق پسندی اور خلوص و دیانت پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہو، اور اگر یہ مسائل زندگی کا ایک بہتر حل، اور دنیا کے معاملات کو درست طریقے پر چلانے کے لئے ایک اچھا پروگرام بھی رکھتے ہوں، تو یقین جانیئے کہ اس منظم نیکی کے مقابلے میں منظم بدی اپنے لشکروں کی کثرت اور اپنے گندے ہتھیاروں کی تیزی کے باوجود شکست کھا کر رہے گی۔ انسانی فطرت شر پسند نہیں ہے۔ اسے دھوکا ضرور دیا جا سکتا ہے، اور ایک بڑی حد تک مسخ بھی کیا جا سکتا ہے، مگر اس کے اندر بھلائی کی قدر کا جو مادہ خالق نے ودیعت کر دیا ہے اسے بالکل معدوم نہیں کیا جا سکتا ...... اگر خیر کے علمبردار سرے سے میدان میں آئیں ہی نہیں اور ان کی طرف سے عوام الناس کو بھلائی کی راہ پر چلانے کی کوئی کوشش ہی نہ ہو تو لامحالہ میدان علمبردارانِ شر ہی کے ہاتھ رہے گا اور وہ عام انسانوں کو اپنی راہ پر کھینچ لے جائیں گے۔ لیکن اگر خیر کے علمبردار بھی میدان میں موجود ہوں اور وہ اصلاح کی کوشش کا حق ٹھیک ٹھیک ادا کریں تو عوام الناس پر علمبردارانِ شر کا اثر زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ ان دونوں کا مقابلہ آخر کار اخلاق کے میدان میں ہوگا، اور اس میدان میں نیک انسانوں کو برے انسان کبھی شکست نہیں دے سکتے۔ سچائی کے مقابلے میں جھوٹ، ایمانداری کے مقابلے میں بے ایمانی، اور پاکبازی کے مقابلے میں بدکرداری خواہ کتنا ہی زور لگا لے، آخر جیت بہر حال سچائی، پاکبازی اور ایمانداری ہی کی ہو گی۔ دنیا اس قدر بے حس نہیں ہے کہ اچھے اخلاق کی مٹھاس اور برے اخلاق کی تلخی کا مزہ چکھ لینے کے بعد آخر کار اس کا فیصلہ مٹھاس کے خلاف تلخی کے حق میں ہو۔"

(رہا ؤ اور بگاڑ۔ ص ۲۷-۲۹)

پچھلے اقتباسات کے ساتھ اس آخری اقتباس کو اگر کوئی شخص بغور پڑھے گا تو ہمیں توقع ہے کہ اسے اس جماعت کی تاسیس کا مقصد اور اس کی ضرورت سمجھنے میں کوئی زحمت پیش نہ آئے گی، بشرطیکہ وہ دوسروں کی عبارتوں میں اپنے خیالات یا اپنی خواہشات پڑھنے کا مریض نہ ہو۔

اس مقصد کے لئے معاشرے کے صالح عناصر کو چھانٹنے اور ان کو ایک نظم میں پرونے کا کام ایک نہایت صبر آزما کام تھا جو کئی سال تک خاموشی کے ساتھ، اور بڑی آہستہ رفتار کے ساتھ ہوتا رہا۔ جماعت کا لٹریچر ملک کے بے شمار آدمیوں تک پہنچا۔ ان میں سے لاکھوں نے اسے اسلام کی صحیح ترجمانی سمجھا۔ اُن میں سے ہزاروں آدمی کم و بیش اس سے متاثر ہوئے۔ اور ان میں سے سینکڑوں آدمیوں کے دل نے گواہی دی کہ فی الواقع یہی کرنے کا کام ہے۔ مگر یہ سینکڑوں آدمی بھی بیک وقت اس طرح جماعت کے نظم میں داخل نہیں کر لئے گئے کہ انھوں نے کسی رکنیت کے فارم پر دستخط کر دیئے ہوں اور بس وہ رکنِ جماعت قرار پا گئے ہوں۔ وقتاً فوقتاً تھوڑے تھوڑے آدمی یہ فیصلہ کر کے آگے بڑھتے رہے کہ اب اُن کا جینا اور مرنا اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔ ان کے قول کو ان کے عمل کی گواہی سے جانچا اور پرکھا گیا کہ فی الواقع جس فیصلے کا وہ زبان سے اظہار کر رہے ہیں، ان کی عملی زندگی بھی اس کی شہادت دیتی ہے یا نہیں۔ بسا اوقات ایک ایک شخص کئی کئی مہینے تک امیدواری اور امتحان کی منزل میں رکھا گیا پھر جب اچھی طرح اطمینان کر کے اسے جماعت میں لیا گیا تو اس کے بعد بھی پوری جماعت یہ دیکھتی رہی کہ اس کے اخلاق، اس کے معاملات، اور خدا کے دین کی سربلندی کے لئے اس کی سرگرمیاں اس کم سے کم معیار کے مطابق ہیں یا نہیں جو دعوت الی الخیر کی خدمت انجام دینے کے لئے مطلوب ہے۔ جہاں کوئی شخص معیارِ مطلوب سے نیچے اترا، جماعت کے پورے نظم نے اس کو سنبھالنے اور اٹھانے کی کوشش کی، مگر جب وہ نہ اٹھ سکا تو اسے جماعت سے الگ کر دینے میں کبھی تامل نہ کیا گیا، تاکہ ایک شخص کی کمزوری پوری جماعت کو کمزور نہ کر دے۔ اس طرح ۶ سال کی طویل مدت میں ۱۰ کروڑ کی عظیم الشان قوم میں سے جو لوگ اس تنظیم کے لئے چھانٹے جا سکے ان کی تعداد تقسیم ہند کے وقت صرف ۶۲۵ تھی۔ ان لوگوں کو چھانٹنے میں جتنی خدمت جماعت کے لٹریچر نے اور جماعت کے معیارِ انتخاب نے انجام دی، ملک کے حالات نے بھی اس سے کچھ کم خدمت انجام نہیں دی۔ یہ وہ وقت تھا جب ہماری قوم سخت ہنگامہ خیزلات میں

مبتلا تھی، اس وقت یہ ممکن ہی نہ تھا کہ کوئی ہنگامہ پسند، شہرت طلب، جاہ پرست، جوشیلا، اور جذباتی آدمی ایسی ایک خاموش اور بے لذت تحریک میں حصہ لینے کا خیال کرتا۔ اس وجہ سے ہماری دعوت کی طرف وہی لوگ کھچ کر آئے جن کے دلوں میں دینِ حق کے لئے اخلاص موجود تھا اور جن کے اندر ٹھنڈے دل سے سوچ سمجھ کر اپنی زندگی کا ایک نصب العین طے کرنے اور پھر اس کے لئے مدت العمر خاموشی کے ساتھ لگاتار کام کرتے رہنے کی صلاحیت تھی۔

اس طریقے سے جو لوگ معاشرے میں سے چھانٹے گئے ان کی تربیت کے لئے ہمیں کوئی خانقاہ یا تربیت گاہ قائم کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ اول روز سے ہمارا اعتماد تربیت کے اس فطری طریقے پر رہا جس سے کے کے ابتدائی مسلمان تیار کئے گئے تھے۔ ان کے لئے ان کے اپنے گھر اور ان کی اپنی بستی کے کوچہ و بازار ہی تربیت گاہ تھے۔ زندگی کی آزمائشیں ہی ان کو بنانے اور نکھارنے کے لئے کافی تھیں۔ دعوتِ حق کو قبول کر کے جب انھوں نے ایک اصول کی پابندی کا فیصلہ کر لیا تو انھیں تربیت دینے کے لئے کسی جنگل یا کھوہ میں لے جانے کی ضرورت پیش نہ آئی، نہ ان کی سیرتوں کی تیاری کے لئے کوئی الگ ادارہ قائم کرنا پڑا۔ وہی معاشرہ جس کے اندر وہ رہتے تھے، ان کی زبان سے اصولِ حق کی پابندی کا اعلان سنتے ہی، اور ان کی زندگی میں اس اعلان کا اثر محسوس کرتے ہی اُن کو رگڑنے، مانجھنے اور تپا تپا کر پختہ کرنے میں لگ گیا اور اسی تربیت گاہ سے وہ لوگ تیار ہو کر نکلے جو اگرچہ مٹھی بھر تھے مگر انھوں نے چند سال کے اندر عرب کا نقشہ بدل کر رکھ دیا۔ ٹھیک یہی طریقہ تھا جس کی ہم نے تقلید کی۔ جو شخص بھی جماعت اسلامی میں داخل ہوا، اس سے بس یہ عہد لے کر چھوڑ دیا گیا کہ اب وہ اللہ رب العالمین کا مطیع فرمان اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کا پیرو بن کر رہے گا اور اس مقصد کے لئے کام کرے گا کہ اللہ اور رسول کا دین دنیا میں غالب ہو کر رہے۔ اس کے بعد جو جس ماحول میں تھا وہیں اس کے لئے ایک ہمہ گیر اور ہمہ وقت تربیت گاہ کھل گئی۔ اگرچہ وہ ایک ایسے معاشرے میں زندگی بسر کر رہا تھا جس میں کسی کو بھی اللہ کی الوہیت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے انکار نہ تھا، اور کوئی بھی یہ کہنے کے لئے تیار نہ تھا کہ اسلام کے بجائے کفر دنیا میں غالب ہو، لیکن بلا مبالغہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہم میں سے کسی ایک شخص کو بھی اس معاشرے میں کوئی جگہ ایسی سازگار میسر نہ آئی جہاں اللہ کی عملی

اطاعت، اور نبی برحق کی عملی پیروی، اور جاہلیت کے طریقوں پر اسلامی طریقوں کی عملی ترجیح بخوشی برداشت کرلی گئی ہو۔ یہ روش اختیار کرتے ہی ہر شخص کو ہر جگہ ایک کشمکش سے سابقہ پیش آیا جس کی ابتدا اس کے اپنے نفس سے ہوئی اور پھر اس کا دائرہ ان تمام گوشوں تک پھیلتا چلا گیا جہاں اس کی اس نئی روش کا اس بگڑی ہوئی سوسائٹی کے طور طریقوں سے تصادم ہوتا تھا۔ جو لوگ اپنی سیرت کے جس گوشے میں بھی خامی رکھتے تھے وہ اسی گوشے میں شکست کھا گئے اور اس کشمکش نے ان کو آپ ہی آپ چھانٹ کر الگ پھینک دیا۔ مگر جو رَبُّنَا اللہ کہہ کر اپنے اس قول پر مضبوطی کے ساتھ جم گئے ان کے لئے یہی کشمکش ایک بہترین مربی اور مزکی ثابت ہوئی۔ اس نے ان کو صبر کی، تحمل کی، ایثار اور قربانی کی مشق کرائی۔ اس نے ان کو دھن کا پکا اور ارادے میں پختہ بنایا۔ اس نے ان میں اپنے نصب العین سے عشق اور اس کے لئے جدوجہد کرنے کا ولولہ پیدا کیا۔ اس نے ان کو جذبات اور خواہشات پر قابو رکھنا سکھایا۔ اس نے ان کو اس قابل بنایا کہ جس چیز کو حق سمجھیں اس کے لئے کسی خارجی دباؤ یا لالچ کے بغیر اپنے ایمان کے تقاضے سے اپنا وقت، اپنی محنتیں اور اپنے اوقات صرف کریں۔ اور اسی نے ان میں یہ طاقت پیدا کی کہ اپنے مقصد کی راہ میں نقصانات اٹھائیں، خطرات سہیں، مشکلات کا مقابلہ کریں، اور بعد کے مراحل کی شدید تر آزمائشوں کا سامنا کرسکیں۔

تربیت کے اس فطری کورس کی مدد پر تین چیزیں اور تھیں جو اس کی کسر پوری کرنے والی تھیں، ایک دعوت و تبلیغ۔ دوسرے نظم جماعت۔ اور تیسرے روح تنقید۔

دعوت و تبلیغ کا صرف یہی ایک فائدہ نہیں ہے کہ آدمی دوسروں کی اصلاح کا فریضہ انجام دیتا ہے جو اس کی عاقبت کے لئے مفید ہے، بلکہ اس کا فائدہ یہ بھی ہے کہ آدمی کی اپنی اصلاح بھی ساتھ ساتھ ہوتی جاتی ہے۔ جو شخص کسی چیز کو حق مان کر اپنی جگہ بیٹھا رہ جاتا ہے اور صرف اپنی زندگی کو اس کے مطابق ڈھالنے پر قانع ہو جاتا ہے اُس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو ایک سرمایہ لے کر گھر بیٹھ جائے اور اسی پر گزر بسر کرتا رہے۔ ایسے شخص کا سرمایہ صرف یہی نہیں کہ بڑھتا نہیں ہے، بلکہ کام میں نہ لگنے کی وجہ سے الٹا گھٹتا چلا جاتا ہے، یہاں تک کہ ایک وقت ایسا بھی آجاتا ہے جب اس میں سے کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ بخلاف اس کے جو شخص

حق بات کو پاکر اسے پھیلانے کی کوشش میں لگ جاتا ہے اس کی مثال اس تاجر کی سی ہے جو اپنے سرمائے کو کاروبار میں لگادے۔ اس طرح وہ دوسرے بہت سے لوگوں کی رزق رسانی کا موجب بھی بنتا ہے اور اس کا اپنا سرمایہ بھی یوماً فیوماً بڑھتا چلا جاتا ہے۔ تبلیغ حق کی یہ خاصیت ہے کہ جو شخص اس میں مشغول ہو اس کی اپنی ذات پر وہ حق خود بخود طاری ہوتا چلا جاتا ہے جس کی تبلیغ میں وہ سرگرم ہوتا ہے۔ اس کا چرچا کرنے، اس کی اشاعت کی راہیں تلاش کرنے اس کی تائید میں دلائل ڈھونڈنے، اور اس کی راہ کی رکاوٹیں دور کرنے کی فکر جتنی زیادہ اس کو لاحق ہوتی ہے اسی قدر زیادہ وہ اس میں مستغرق ہوتا چلا جاتا ہے۔ اُس کی خاطر جب وہ طرح طرح کی مزاحمتوں کا مقابلہ کرتا ہے، گالیاں سنتا ہے، طعنے سہتا ہے، الزامات اور اعتراضات برداشت کرتا ہے، اور بسا اوقات چوٹیں کھاتا اور ستایا جاتا ہے، تو یہ ساری تکلیفیں اُس حق کے ساتھ اس کے عشق کو اور زیادہ بڑھاتی چلی جاتی ہیں۔ پھر یہ تبلیغ اس کی تکمیل میں ایک اور طرح سے بھی مددگار ہوتی ہے جب وہ کہتا ہے کہ اپنی پوری زندگی خدا کی بندگی میں دیدو، اپنی زندگی سے تضاد اور منافقت کو دور کرو، اور جاہلیت کے ایک ایک اثر کو اپنے اندر سے نکالو، تو اس کے گرد و پیش کی دنیا میں سے سینکڑوں نگاہیں خوردبین لگا لگا کر اس کی اپنی زندگی کا جائزہ لینا شروع کر دیتی ہیں، اور اُس کی کوئی خامی ایسی نہیں رہ جاتی جس کی نشاندہی کرنے سے زبانیں چوک جائیں۔ اس طرح ایک آدمی کو مانجھنے اور صاف کرنے میں بہت سے بندگانِ خدا، دانستہ یا نادانستہ لگ جاتے ہیں۔ جو اپنے معترضین کی اس خدمتِ بے مزد سے فائدہ اٹھاتا ہے اُس کی تکمیل آپ سے آپ ہوتی چلی جاتی ہے۔ اور جو اس تنقیدِ عام سے شکست کھا کر بھاگ نکلتا ہے وہ خود ہی ثابت کر دیتا ہے کہ وہ دعوتِ حق کے کام کا آدمی نہیں ہے۔

نظمِ جماعت کے لئے ہم نے اوّل روز سے جو بات لوگوں کے ذہن نشین کی وہ یہ تھی کہ اس جماعت میں وہی شخص داخل ہو جو اس کو جانچ پرکھ کر پہلے اچھی طرح اس بات کا اطمینان کر لے کہ یہ جماعت فی الواقع اقامتِ دین کے لئے قائم ہوئی ہے اور اس کی دعوت، طریقِ کار اور اصولِ تنظیم وہی ہیں جو قرآن و سنت کے مطابق، اقامتِ دین کی سعی کرنے والی ایک جماعت کے ہونے چاہئیں۔ پھر جب اس معاملے میں پوری طرح مطمئن ہو جانے کے بعد وہ جماعت میں آئے تو اسے ٹھیک اُسی سمع و طاعت فی المعروف کا التزام کرنا چاہیئے جس کا حکم قرآن اور حدیث میں دیا گیا ہے۔ اس کے بعد جماعت کے

ڈسپلن کو توڑنا محض یہی معنی نہیں رکھتا کہ آدمی نے ایک پارٹی کے ڈسپلن کی خلاف ورزی کی ہے، بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس نے خود اپنے عقیدے میں جس کام کو خدا کا کام سمجھا تھا اس کو جان بوجھ کر خراب کیا اور قصداً خدا و رسول کی نافرمانی کی۔

جماعت اسلامی نے اس قاعدے کی پابندی سے پہلا فائدہ تو یہ اٹھایا کہ اس میں ایسے لوگ بہت کم داخل ہو سکے جو اس کے برحق ہونے پر مطمئن نہ ہوں اور محض کسی دماغی لہر کی وجہ سے، یا کسی عارضی کشش کے باعث جماعت کی طرف مائل ہو گئے ہوں۔ اور دوسرا فائدہ یہ اٹھایا کہ جو لوگ بھی جماعت میں آئے وہ ڈسپلن کی پابندی کے لئے کسی خارجی دباؤ کے محتاج نہ تھے۔ انھوں نے زیادہ تر خود اپنے ایمان کے تقاضے سے ڈسپلن کو قبول کیا اور انھیں باقاعدگی، نظم اور ضبط کے ساتھ کام کرنے کا عادی بنانے میں کچھ زیادہ زحمت پیش نہیں آئی۔ اب اگر ہمارا ڈسپلن ایک اسلامی جماعت کے معیارِ مطلوب سے کم ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارا ایمان اُس درجہ کا نہیں ہے جیسا صحابہؓ کرام کا ایمان تھا۔ لیکن اس لحاظ سے اپنی ساری خامیوں کے باوجود ہم بلا شائبۂ مبالغہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ جماعتِ اسلامی اپنے نظم و ضبط اور اپنے کارکنوں کی باقاعدگی کے اعتبار سے اس ملک کی دوسری تمام جماعتوں کے مقابلے میں نمایاں امتیاز رکھتی ہے اور یہ وہ حقیقت ہے جس کو اب جماعت کے مخالفین بھی ماننے پر مجبور ہیں۔

جماعت کی اندرونی خرابیوں کی اصلاح اور اس کے کارکنوں کی تربیت اور تکمیل کے لئے تیسری اہم چیز جس سے ہم نے مدد لی وہ یہ تھی کہ اول روز سے ہم نے جماعت کے اندر روحِ تنقید کو بیدار رکھنے کی کوشش کی۔ تنقید ہی وہ چیز ہے جو ہر خرابی کی بروقت نشان دہی کرتی اور اس کی اصلاح کا احساس پیدا کرتی ہے۔ اجتماعی زندگی کے لئے اخلاقی حیثیت سے تنقید کی وہی اہمیت ہے جو مادّی حیثیت سے صفائی کی اہمیت ہے جس طرح نجاست و طہارت کی حس مٹ جانے اور صفائی کی کوشش بند ہو جانے سے ایک بستی کا سارا ماحول گندا ہو جاتا ہے اور اس کی فضا ہر طرح کے امراض کے لئے سازگار بن جاتی ہے، ٹھیک اسی طرح تنقیدی نگاہ سے خرابیوں کو دیکھنے والی آنکھیں، بیان کرنے والی زبانیں اور سننے والے کان اگر بند ہو جائیں تو جس قوم، سوسائٹی یا جماعت میں یہ حالت پیدا ہو گی وہ خرابیوں کی آماجگاہ بن کر رہے گی اور پھر اس کی اصلاح کسی طرح نہ ہو سکے گی۔ اس حقیقت سے ہم کبھی غافل نہیں ہوئے۔ ہم نے عالم انسانیت کی، اپنے ملک کی اور اپنی ملّت کی خرابیوں پر (بقیہ بر صفحہ ۲۵۱)

خالق کائنات اور قادر مطلق کے لیئے کامل سمع و طاعت کا رویہ رکھتے ہوئے ہی ہم اپنی شخصیتوں کی تکمیل کر سکتے ہیں۔

اگر آپ کے اور ہمارے درمیان یہ جذبہ رفاقت قائم رہے بلکہ آخری ممکنہ حد تک نشو و نما پاتا رہے تو میں اسے آپ کی عنایت شمار کروں گا۔ اگر آپ مجھے اپنے ساتھ رابطہ رکھنے اور اپنے کام کے رفتار کی وقتاً فوقتاً رپورٹ بھیجنے کی اجازت دیں، تو یہ امر میرے لئے موجب مسرت ہوگا۔ ہم اپنے کام میں اپنی زندگی اور اس کے وسائل کو پوری خوشی اور نفس کی آمادگی کے ساتھ لگا رہے ہیں کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ خود اللہ کا فضل و کرم ہمارے شامل حال ہے اور سمع و طاعت کا جذبہ جب تک ہمارے اندر کام کرتا رہے گا ہمارے لئے کامیابی ہی کامیابی ہے۔ اللہ نے چاہا تو یہ جذبہ مرتے دم تک کارفرما رہے گا۔

عبدالرحمان روسلر

FRANZ ERICH ABDURRAHMAN RÖSELER TREMSBUTTLERWE 57

BARGTEHEIDE I. HOLST. BRITISH ZONE (GERMANY.)

(بقیہ صفحہ ۱۳۶) تنقید کرنے میں جو آزادی برتی، اُسی آزادئ تنقید کو اپنی جماعت میں بھی برقرار رکھا تاکہ جماعت کے اندر جہاں جو خرابی بھی موجود ہو اس کی بروقت نشاندہی ہو جائے اور اسے دور کرنے کی کوشش کی جاسکے۔ جماعت کے ہر شخص کو محض تنقید کا حق ہی حاصل نہیں ہے بلکہ یہ اس کا فرض ہے کہ کسی خرابی کو محسوس کرکے خاموش نہ رہ جائے۔ یہ بات ہر رکن جماعت کے اجتماعی فرائض میں داخل ہے کہ اپنے ساتھی ارکان کی ذات میں، یا ان کے جماعتی کیرکٹر میں، یا اپنی جماعت کے نظم میں، یا جماعت کے لیڈروں میں اگر وہ کوئی نقص پائے تو اسے بلا تکلف بیان کرے اور اصلاح کی دعوت دے۔ اسی طرح جن لوگوں پر تنقید کی جائے ان کو بھی اس بات کا عادی بنایا گیا ہے کہ وہ نہ صرف تنقید کو برداشت کریں بلکہ ٹھنڈے دل سے اس پر غور کریں اور جس نقص کی نشاندہی کی گئی ہے وہ اگر واقعی موجود ہو تو اسے دور کرنے کی طرف توجہ کریں ورنہ تنقید کرنے والے کی غلط فہمی رفع کردیں۔ اس معاملے میں تنقید کے جائز حدود اور معقول طریقے نہ معلوم ہونے کی وجہ سے بسا اوقات غلطیاں بھی ہوئی ہیں اور ان کا کچھ نہ کچھ نقصان بھی ہمیں اٹھانا پڑا ہے، لیکن اس کے باوجود ہم نے کبھی جماعت میں روح تنقید کو خوابیدہ ہونے نہ دیا، اور اسی کا یہ فائدہ ہے کہ جماعت کا ہر فرد پوری جماعت کی تربیت اور تکمیل میں مدد دے رہا ہے اور اپنی تکمیل و تربیت میں اس سے مدد پا رہا ہے۔